OPEN ACCESS: Al Khadim Research Journal of Islamic Culture and Civilization
ISSN (ONLINE): 2710-0235 & ISSN (PRINT): 2710-0227
https://arjicc.com/index.php/arjicc

قرونِ وسطیٰ کے اسلامی شہروں میں کتب، کتب خانے اور علمی اتھارٹی: مخطوطات کی گردش، اوقاف اور علم کی منتقلی کا تاریخی مطالعہ

Books, Libraries, and Scholarly Authority in Medieval Islamic Cities: A Historical Study of Manuscript Circulation, Endowments, and Knowledge Transmission

Muhammad Hamza Tahir Qureshi
Lecturer Islamic Studies, Alhamd Islamic University, Islamabad
Email: hod.isl.isb@aiu.edu.pk

Atif Nawaz
Lecturer, Salafia University, Islamabad
Email: Atifn3072@gmail.com

Abdullah
PhD Scholar, Alhamd Islamic University, Islamabad
Email: Alfurqan.isb@gmail.com

Received on: 05-02-2026 Accepted on: 15-03-2026

Abstract

This article examines the relationship between books, libraries and scholarly authority in medieval Islamic cities through a historical study of manuscript circulation, pious endowments (waqf) and the transmission of knowledge. Scholarship has often treated the Islamic library either as a repository of texts whose significance lies in its holdings, or as a symbol of a golden age ended by catastrophe. This study argues instead that the book, the library and the endowment formed a single social system in which authority was produced at three interlocking levels: personal authority embodied in the teacher and expressed in audition (samāʿ) and licence (ijāza); institutional authority secured by the madrasa, the dār al-ḥadīth and the endowment deed; and material authority located in the manuscript itself, with its colophons, audition certificates and ownership notes. Employing a historical, analytical and comparative methodology, the article first analyses the Qurʾānic and Prophetic foundations of writing and learning and the economy of paper and the book trade in cities such as Baghdad, Cairo and Damascus. It then examines the circulation of manuscripts through copying, gift, loan, purchase and travel, the typology of libraries from the caliphal collections to madrasa and mosque libraries, and the legal construction of the waqf as a mechanism that both preserved and constrained access to books. Drawing on classical sources such as al-Jāḥiẓ, Ibn al-Nadīm, al-Khaṭīb al-Baghdādī, Ibn Jamāʿa and Yāqūt, and on modern scholarship including Pedersen, Makdisi, Berkey, Chamberlain, Hirschler, Bloom, Gutas and Kuran, the study shows that libraries functioned as social institutions rather than neutral storehouses, that endowment law shaped the geography of knowledge, and that the fragility of collections in moments of political rupture illustrates the dependence of intellectual authority on urban stability. The article concludes by drawing implications for the study and preservation of Islamic manuscript heritage today.

Keywords: Islamic Libraries, Manuscript Circulation, Waqf (Endowments), Knowledge Transmission, Scholarly Authority.

تعارف

اسلامی تہذیب کو بجا طور پر کتاب کی تہذیب کہا جاتا ہے، کیونکہ اس کے علمی، دینی اور انتظامی ڈھانچے میں تحریر اور کتب خانوں کو مرکزی مقام حاصل رہا۔ بغداد، قاہرہ، دمشق، قرطبہ اور نیشاپور جیسے شہروں میں کتابوں کی نقل، خرید و فروخت، وقف اور تدریس کا ایک ایسا مربوط نظام وجود میں آیا جس نے علمی اتھارٹی کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کیا۔[1]

تاہم یہ سوال کہ کتب خانہ محض متون کا ذخیرہ تھا یا علمی اتھارٹی پیدا کرنے والا سماجی ادارہ، تاریخی مطالعے میں بالعموم پس منظر میں رہا ہے۔ اس موضوع پر دو غالب رویے پائے جاتے ہیں: ایک وہ رویہ جو اسلامی کتب خانوں کو "سنہری دور" کی علامت کے طور پر پیش کرتا ہے اور ان کی تباہی کو، مثلاً 656ھ / 1258ء میں بغداد کے سقوط کو، تہذیبی زوال کا نقطۂ آغاز قرار دیتا ہے؛ اور دوسرا وہ رویہ جو کتب خانوں کی حیثیت کو محض ذخیرے کی تعداد اور ضخامت میں دیکھتا ہے۔ کونراد ہرشلر کے مطالعات اور جارج مقدسی کی تحقیقات نے ان دونوں رویوں کی حدود نمایاں کی ہیں، کیونکہ ان کے مطابق کتاب اور کتب خانے کو ان سماجی عملوں سے الگ کر کے نہیں سمجھا جا سکتا جن میں وہ برتے جاتے تھے۔[32] مقالے کا بنیادی مقدمہ (Thesis) یہ ہے کہ کتاب، کتب خانہ اور وقف ایک ہی سماجی نظام کے تین حصے تھے جس میں علمی اتھارٹی تین باہم مربوط سطحوں پر پیدا ہوتی تھی: شخصی اتھارٹی (شیخ، سماع اور اجازہ)، ادارہ جاتی اتھارٹی (مدرسہ اور وقف نامہ) اور مادی اتھارٹی (نسخہ اور اس پر درج شہادتیں)۔

اس مقدمے کی جانچ کے لیے تین سوالات پیشِ نظر ہیں: اول، اسلامی شہروں میں کتاب کی تیاری اور تجارت نے علمی اتھارٹی کے لیے کیا مادی بنیاد فراہم کی؟ دوم، کتب خانوں اور اوقاف نے مخطوطات کی گردش اور رسائی کو کس طرح منظم اور محدود کیا؟ سوم، علم کی منتقلی کے شخصی، ادارہ جاتی اور مادی ذرائع میں باہمی تعلق کیا تھا؟

منہجی طور پر مقالہ تاریخی و تحلیلی اور تقابلی طریقے پر مبنی ہے، اور ہر مبحث میں مقدمہ، دلیل، اعتراض اور تطبیق کی ترتیب اختیار کی گئی ہے۔ ماخذ میں جاحظ، ابن الندیم، خطیب بغدادی، ابن جماعہ اور یاقوت حموی کے کلاسیکی مصادر کو بنیادی حیثیت دی گئی ہے جبکہ جدید تحقیق میں پیڈرسن، بلوم، گوتاس، بارکی اور چیمبرلین کے مطالعات سے استفادہ کیا گیا ہے۔[54] موجودہ تحقیق کا امتیاز یہ ہے کہ وہ کتاب، کتب خانے اور وقف کو علمی اتھارٹی کے ایک مشترکہ تجزیاتی فریم میں دیکھتی ہے۔

کتاب، کتابت اور علمی اتھارٹی کی بنیادیں

قرآنی و نبوی اساس

اسلامی علمی روایت میں کتابت اور علم کی عظمت کی بنیاد وحی کے اولین الفاظ میں ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے، ﴿الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ﴾ (جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا)،[76] اور ایک سورت کا آغاز قلم اور تحریر کی قسم سے ہوتا ہے، ﴿ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ﴾ (ن، قسم ہے

قلم کی اور اس کی جو وہ لکھتے ہیں)۔[98] علم والوں کے مقام کی طرف بھی ارشاد ہے، ﴿**يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ**﴾ (اللہ تم میں سے ایمان والوں اور علم عطا کیے گئے لوگوں کے درجے بلند کرتا ہے)۔[1110] ان آیات سے علم، قلم اور مقام کا وہ مثلث بنتا ہے جس پر علمی اتھارٹی کا تصور قائم ہوا۔

سنتِ نبوی میں علم کی طلب اور اس کے دوام کو دین کا حصہ قرار دیا گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، «مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ» (جو شخص علم کی طلب میں کسی راستے پر چلے، اللہ اس کے ذریعے اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے)،[12] اور فرمایا، «إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ» (جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزوں سے: صدقۂ جاریہ، نفع بخش علم، اور نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے)۔[13] یہ آخری حدیث اس موضوع کے اعتبار سے خاص اہمیت رکھتی ہے، کیونکہ علماء نے صدقۂ جاریہ اور نفع بخش علم کے امتزاج سے کتب خانوں اور مدارس کے اوقاف کی شرعی توجیہ نکالی۔

کاغذ، وراقت اور کتاب کی معیشت

کتاب کی تہذیب کو مادی بنیاد کاغذ نے فراہم کی۔ جوناتھن بلوم کے مطابق بغداد میں کاغذ کی پیداوار کا آغاز آٹھویں صدی عیسوی کے اواخر میں ہوا اور اس نے علمی تحریر کی لاگت کو غیر معمولی طور پر کم کر دیا، جس کے نتیجے میں کتابوں کی کثرت اور ان کی تجارت ممکن ہوئی۔[14] ورّاقین کے بازار، یعنی کاتبوں، نسخہ نویسوں اور کتب فروشوں کی منڈی، بغداد جیسے شہروں میں علمی زندگی کا مرکز بن گئی، اور شوکت طراوہ کے مطالعے میں ابن ابی طاہر طیفور جیسے "کتابی آدمی" کی سرگرمیاں اس عہد کی تحریری ثقافت کی جیتی جاگتی تصویر پیش کرتی ہیں۔[15] ابن خلدون نے مقدمہ میں وراقت کو شہری تمدن کی ان صنعتوں میں شمار کیا جو علم و کتابت کی ترقی کے ساتھ ابھرتی ہیں۔[16] جاحظ نے کتاب الحیوان میں کتاب کی مدح میں جو فصل لکھی اس میں اسے ایسا ساتھی قرار دیا جو بھلائی کا مشیر ہے اور کبھی ملال کا باعث نہیں بنتا۔[17]

کتاب کی تیاری کے سماجی ڈھانچے کا خلاصہ جدول 1 میں پیش کیا گیا ہے۔

طبقہ	کردار	علمی اتھارٹی میں مقام
مصنف یا شیخ	متن کی تصنیف یا املاء اور سماع	اصل اتھارٹی اور اجازے کا منبع
ورّاق / ناسخ	متن کی نقل اور تجارت	نقل کی درستی کی مادی ذمہ داری
مصحّح / معارض	نسخے کا اصل سے مقابلہ اور تصحیح	مقابلے کے ذریعے نسخے کی اعتباریت
مجلّد اور تاجرِ کتب	جلد سازی اور فروخت و تقسیم	گردش اور رسائی کا انتظام

طبقہ	کردار	علمی اتھارٹی میں مقام
کتب خانہ دار / خازن	ذخیرے کی حفاظت، فہرست سازی اور اعارہ	ادارہ جاتی نگرانی اور رسائی پر اختیار

جدول 1: کتاب کی تیاری میں شامل طبقات اور علمی اتھارٹی میں ان کا کردار (مصنف کی اپنی تدوین)

اس جدول سے ظاہر ہوتا ہے کہ کتاب کا ہر مرحلہ ایک سماجی ذمہ داری اور ایک اتھارٹی کا حامل تھا۔ یہاں مقابلہ کا مرحلہ خاص اہمیت رکھتا ہے، کیونکہ اسی کے ذریعے نسخہ محض نقل نہیں بلکہ معتبر نقل بنتا تھا اور اس کی تصدیق سماع کے نوٹس میں درج ہوتی تھی۔[18]

ترجمہ اور سرپرستی: اتھارٹی کی سیاسی جہت

عباسی دور میں ترجمے کی تحریک اس بات کی نمایاں مثال ہے کہ کتاب اور اتھارٹی کا رشتہ سیاسی سرپرستی سے بھی جڑا ہوا تھا۔ دمیتری گوتاس کے مطابق یونانی علوم کے عربی ترجمے کسی اتفاقی علمی شوق کا نتیجہ نہیں تھے بلکہ حکمران طبقے، سرکاری ضروریات اور تاجروں و علماء کی سرپرستی کے ایک مربوط نظام کا حاصل تھے۔[19] ابن الندیم کی الفہرست میں مترجمین اور ان کے سرپرستوں کے تذکرے اسی نظام کی جھلک دیتے ہیں۔[20] اس سے واضح ہوتا ہے کہ علمی اتھارٹی کے ماخذ میں سیاسی سرپرستی کا عنصر ابتدا ہی سے موجود تھا۔

مخطوطات کی گردش: نقل، تجارت اور سفر

نقل، تملک اور سماع کی شہادتیں

مخطوطات کی گردش کا بنیادی ذریعہ نقل تھی، مگر نقل کی اعتباریت اس کے ساتھ لکھی جانے والی عبارات سے قائم ہوتی تھی: کاتب کا نام اور تاریخ (خاتمہ)، مقابلے کا اندراج، سماع کی تحریریں، تملک کے نوٹس اور وقف کی عبارات۔ ایڈم گاسیک نے عربی مخطوطات کے ان مادی اور متنی نشانات کی تفصیلی فہرست مرتب کی ہے،[21] اور ہرشلر نے دکھایا ہے کہ سماع کے سرٹیفکیٹ میں سامعین کے نام، مجلس کی تاریخ اور قاری کی شناخت درج ہوتی تھی، جس سے ایک نسخے کی تاریخِ استعمال اور اس کی اعتباریت کا ریکارڈ بنتا تھا۔[22] یوں مخطوطہ ایک متن کے ساتھ ساتھ اس کی سماجی تاریخ کا دستاویز بھی تھا۔

تجارت، تحفہ، عاریت اور رحلہ

نقل کے علاوہ کتابیں خرید و فروخت، تحفے، میراث اور عاریت کے ذریعے گردش کرتی تھیں، اور علماء کے رحلات نے متون کو شہروں کے مابین منتقل کیا۔ ابن الندیم کی الفہرست، جو چوتھی صدی ہجری کے وسط کی کتابی دنیا کا ایک نادر اشاریہ ہے، ان گنت مصنفین اور ان کی تصانیف کی فہرست دے کر دکھاتی ہے کہ بغداد میں کتابوں کی تجارت اور تعارف کا نظام کتنا ترقی یافتہ تھا۔[23] یاقوت حموی نے معجم البلدان میں مرو کے کتب خانوں کا ذکر کیا ہے اور اپنے اس تجربے کا بیان کیا ہے کہ وہاں سے کتابیں مستعار لے کر استفادہ کرنا ممکن تھا،[24] جو اس بات کی گواہی ہے کہ کتب خانے کی رسائی بعض شہروں میں نسبتاً کشادہ تھی۔

اس کے برعکس کتابوں کی گردش میں خطرات بھی تھے۔ خطیب بغدادی کی تقیید العلم میں علم کو لکھنے کی ضرورت کے دلائل اور اس کے ساتھ احتیاط کے آداب دونوں ملتے ہیں،[25] اور ابن جماعہ نے طالب علم اور عالم کے لیے کتابوں کے استعمال، ان کی حفاظت، عاریت اور واپسی کے آداب مدون کیے۔[26] آدابِ کتاب کی یہ مفصل تدوین خود اس بات کی دلیل ہے کہ کتاب کی گردش ایک اخلاقی اور سماجی نظم کے تابع تھی۔

کتابوں کی گردش میں سب سے بڑا مسئلہ نسخوں کی اعتباریت کا تھا۔ جب نسخے ہاتھ سے نقل ہو کر بازار میں آتے تو غلطیاں، اضافے اور بعض اوقات جعلی انتساب کا خطرہ ہمیشہ موجود رہتا۔ اسی لیے مقابلے اور سماع کی شہادتوں کو نسخے کی قدر کا بنیادی معیار سمجھا گیا، اور گاسیک کے مطابق وہ نسخے زیادہ قیمتی گنے گئے جن پر مصنف کی اجازت یا اس کی نگرانی میں مقابلے کی تصریح ملتی ہو۔[27] ہرشلر کا مشاہدہ ہے کہ قارئین کی جماعتیں بھی نسخے کی تصحیح اور اس کی تاریخ کو محفوظ رکھنے میں شریک تھیں، جس سے اتھارٹی کا ایک اجتماعی پہلو سامنے آتا ہے۔[28]

اسلامی شہروں میں کتب خانے: اقسام اور کردار

خلافتی، مدرسہ اور مسجد کے کتب خانے

اسلامی شہروں کے کتب خانوں کی کئی اقسام تھیں۔ بیتِ حکمت کے بارے میں دمیتری گوتاس نے دکھایا ہے کہ اس کی حیثیت عباسی خلفاء کے ذاتی کتب خانے اور ترجمے کی سرپرستی کے ایک مظہر کی تھی، جسے بعد کی روایات میں بڑھا چڑھا کر ایک باقاعدہ تعلیمی ادارے کی صورت میں پیش کیا گیا۔[29] قاہرہ میں فاطمی خلفاء کے ذخیرے اور دار العلم کا ذکر ہائنز ہالم اور پاؤلا سینڈرز کی تحقیقات میں ملتا ہے، جہاں کتب خانہ سیاسی اور مذہبی سرپرستی کے ساتھ نظریاتی تعلیم کا بھی مرکز تھا۔[3130] سنی مدارس، مثلاً بغداد کے نظامیہ (459ھ/1067ء) اور مستنصریہ (631ھ/1234ء)، میں کتب خانے تدریس کے لازمی حصے کے طور پر قائم کیے گئے۔[32]

دمشق میں اشرفیہ دار الحدیث کے کتب خانے کی فہرست، جس کا مطالعہ ہرشلر نے کیا ہے، اس بات کی نادر شہادت ہے کہ ایک مدرسے کے کتب خانے میں فقہ، حدیث، لغت، ادب، طب اور دیگر علوم کی کتابیں کس تنوع کے ساتھ جمع تھیں، اور اس کی ترتیب سے اندازہ ہوتا ہے کہ مدرسے کا کتب خانہ محض فقہی نصاب تک محدود نہیں تھا۔[33] ان اقسام کا خلاصہ جدول 2 میں درج ہے۔

قسم	مثال	سرپرستی	رسائی
خلافتی/شاہی	بیتِ حکمت (بغداد)، فاطمی ذخیرۂ قصر (قاہرہ)	خلفاء اور حکمران	علماء اور مخصوص طبقات تک محدود
مدرسہ	نظامیہ اور مستنصریہ (بغداد)	وزراء اور حکمران، وقف کے ذریعے	اساتذہ اور طلبہ، شرائطِ وقف کے مطابق

قسم	مثال	سرپرستی	رسائی
دار الحدیث	اشرفیہ (دمشق)	حکمران اور اہلِ ثروت، وقف کے ذریعے	محدثین اور طلبہ
مسجد اور شہری کتب خانے	مرو کے کتب خانے (بحوالہ یاقوت)	اہلِ خیر اور علماء	نسبتاً وسیع، بعض جگہ مستعار دینے کی اجازت
نجی کتب خانے	علماء و ادباء کے ذاتی ذخائر	مالک کی ذاتی دلچسپی	مالک کی صوابدید

جدول 2: قرونِ وسطیٰ کے اسلامی کتب خانوں کی اقسام اور ان کی خصوصیات (مصنف کی اپنی تدوین)

کتب خانوں کے حجم کے بارے میں منقول روایات کو احتیاط سے پڑھنے کی ضرورت ہے۔ عباسی اور اندلسی کتب خانوں کی جلدوں کی تعداد کے بارے میں بعد کی روایات میں مبالغہ عام ہے، اور پیڈرسن نے ان اعداد کو لفظی صحت کے بجائے ایسے علمی وقار کی علامت کے طور پر پڑھنے کی طرف توجہ دلائی ہے جو حکمران اور شہر اپنے کتب خانوں کو دیتے تھے۔[34] گوتاس نے بیتِ حکمت کے بارے میں اسی نوع کی تاریخی تحقیق کا مطالبہ کیا ہے۔[35] اس لیے اعداد و شمار کے بجائے ذخیروں کی ساخت اور ان کی سماجی کارکردگی پر توجہ زیادہ مفید ہے۔

اس درجہ بندی سے دو نتائج نکلتے ہیں۔ پہلا یہ کہ کتب خانوں کی رسائی ان کی سرپرستی کی نوعیت سے براہِ راست جڑی ہوئی تھی، اور دوسرا یہ کہ مدارس اور دار الحدیث کے کتب خانوں کو وقف کی قانونی ضمانت حاصل تھی جو خلافتی ذخیروں کو نصیب نہیں تھی، اس لیے ان کا تسلسل زیادہ مستحکم رہا۔

شہری جغرافیہ اور علمی مراکز: مرو، نیشاپور اور بغداد

کتب خانوں کی تقسیم شہروں کی علمی حیثیت سے مربوط تھی۔ رچرڈ بلیٹ نے نیشاپور کے مطالعے میں دکھایا ہے کہ شہری اشرافیہ اور علماء کے خاندان مدارس، مساجد اور کتب خانوں کے سرپرست تھے اور اسی سرپرستی کے ذریعے وہ اپنی معاشرتی حیثیت کو مستحکم کرتے تھے۔[36] یاقوت حموی کے بیان کے مطابق مرو میں متعدد کتب خانے موجود تھے جن سے استفادہ نسبتاً آسان تھا،[37] اور بغداد میں ورّاقین کا بازار اور شاہی ذخائر ایک ساتھ علمی زندگی کو سہارا دیتے تھے۔[38] ان شہروں کی مثالوں سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ علمی مراکز کی تشکیل میں سرپرستی، تجارت اور تدریس کے عناصر ایک دوسرے سے الگ نہیں تھے۔

اوقاف: علم کی ادارہ جاتی ضمانت

وقف کی شرعی اساس

وقف کی شرعی بنیاد حضرت عمرؓ کی اس روایت پر ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے خیبر کی زمین کے بارے میں فرمایا، « إِنْ شِئْتَ حَبَسْتَ أَصْلَهَا وَتَصَدَّقْتَ بِهَا» (اگر تم چاہو تو اس کی اصل کو روک لو اور اس کی پیداوار صدقہ کر دو)۔[4039] فقہاء نے اسی اصل سے وقف کے احکام اخذ کیے، جن میں اصل جائیداد کی بقا اور اس کے منافع کے مخصوص مصارف پر استعمال کو مرکزی حیثیت حاصل ہے؛ اور احکام الاوقاف جیسی ابتدائی کتب میں وقف نامے کی شرائط، متولی کے اختیارات اور مصارف کی تفصیلات مدون کی گئیں۔[41] میریم ہوکسٹر کی تحقیق کے مطابق وقف نے اسلامی معاشروں میں ایک ایسے عوامی دائرے (public sphere) کو جنم دیا جو ریاست سے نسبتاً آزاد رہ کر تعلیم و خدمت کی مالی پشت پناہی کرتا تھا۔[42]

وقف نامہ، متولی اور اتھارٹی کی تقسیم

وقف کے نظام میں اتھارٹی کی ایک نئی صورت متولی اور ناظر کے اختیارات میں ظاہر ہوتی ہے۔ وقف نامہ واقف کی مرضی کو قانونی حیثیت دیتا تھا، اور متولی اس کی تنفیذ کا ذمہ دار ہوتا تھا؛ ابتدائی فقہی کتب میں متولی کے اختیارات، تقرر اور احتساب کے ضوابط تفصیل سے ملتے ہیں۔[43] اس طرح کتب خانے کی انتظامی اتھارٹی واقف، متولی اور قاضی کے مابین تقسیم ہو جاتی تھی، اور میریم ہوکسٹر کے مطابق یہی تقسیم وقف کو ایک نسبتاً خود مختار ادارہ بناتی تھی۔[44] یوں کتب خانے کا خازن محض ذخیرے کا محافظ نہیں بلکہ وقف نامے کی تنفیذ کے نظام کا حصہ تھا، اور اس کی ذمہ داری میں کتابوں کی فہرست سازی اور ان کی واپسی کی نگرانی شامل تھی۔

کتب خانوں کے اوقاف اور رسائی کے ضوابط

مدارس اور کتب خانوں کے اوقاف نے علم کو ایک پائیدار مالی بنیاد فراہم کی۔ وقف نامے میں کتب خانہ دار کی تنخواہ، کتابوں کی خرید و مرمت، اور طلبہ کے وظائف کے مصارف مقرر کیے جاتے، اور کتابوں کے استعمال کی شرائط، مثلاً انہیں کتب خانے سے باہر نہ لے جانا یا ضمانت کے ساتھ مستعار دینا، درج ہوتی تھیں۔[45] شرائطِ وقف کی اس پابندی کا ایک فائدہ تو کتابوں کی حفاظت تھا، مگر اس کا نقصان رسائی کی تحدید بھی ہو سکتا تھا، کیونکہ جو کتاب وقف کی شرائط کے تحت کتب خانے میں مقید ہو جاتی وہ شہر کے دیگر علماء کے لیے دسترس سے باہر بھی ہو سکتی تھی۔

وقف کے نظام پر ایک معاشی تنقید ٹیمور کوران نے پیش کی ہے، جن کے مطابق وقف کی جامد شرائط نے بعد کے ادوار میں اداروں کی لچک کو محدود کر دیا اور نئے علمی تقاضوں کے مطابق وسائل کی تخصیص مشکل بنا دی۔[46] اس تنقید کا ایک علمی جواب یہ ہے کہ وقف کی یہی جامد شرائط تھیں جنہوں نے بہت سے کتب خانوں کو حکمرانوں کی سیاسی تبدیلیوں اور ضبطیوں سے بچائے رکھا، اس لیے وقف کا اثر یک رخی نہیں بلکہ دو دھاری تھا: تحفظ کے ساتھ ساتھ جمود۔

علم کی منتقلی اور علمی اتھارٹی کی تشکیل

مدرسہ، اجازہ اور علماء کا سماجی طبقہ

علم کی منتقلی کا مرکزی ادارہ تدریس اور اجازہ تھا، اور جارج مقدسی کے مطابق مدرسہ نے اجازے کو ایک منضبط تعلیمی اور قانونی سند میں بدل دیا۔[47] جوناتھن برکی نے قاہرہ میں علم کی منتقلی کے مطالعے میں دکھایا کہ علمی اتھارٹی محض کتابی علم سے نہیں بلکہ استاد اور شاگرد کے شخصی تعلق اور سماع کی حاضری سے قائم ہوتی تھی،[48] جبکہ مائیکل چیمبرلین نے دمشق میں علماء کے خاندانوں اور سماجی عمل کی تحلیل کر کے دکھایا کہ علم اور اتھارٹی کا اکتساب خاندانی روابط اور سرپرستی کے نیٹ ورک سے وابستہ تھا۔[49] جوآن گلبرٹ نے دمشق میں علماء کی پیشہ ورانہ تشکیل کا مطالعہ کر کے بتایا کہ مدارس کے قیام نے علم کو ایک منظم پیشے میں بدلا، اور رچرڈ بلیٹ نے نیشاپور کے "اعیان" کے مطالعے میں علماء اور شہری اشرافیہ کے باہمی تعلق کی نشان دہی کی۔[5150]

مصنف یا شیخ: متن کی املاء اور تدریس	←	شخصی اتھارٹی (سماع اور اجازہ)
ورّاق اور ناسخ: نقل اور تصحیح و مقابلہ	←	مادی اتھارٹی (نسخہ، خاتمہ اور سماع کے نوٹس)
مدرسہ اور کتب خانہ: ذخیرہ اور تدریس	←	ادارہ جاتی اتھارٹی (وقف نامہ اور خازن)
طالب علم اور عالم: استفادہ، رحلہ اور نئی نقل	←	اتھارٹی کی تجدید اور اگلی نسل تک منتقلی

تصویر 1: کتاب سے علمی اتھارٹی تک کا سفر اور اتھارٹی کے فیصلہ کن مقامات (مصنف کی اپنی تدوین)

کتاب اور استاد کا تعلق: ایک بنیادی کشمکش

اس نظام کی ایک اہم داخلی کشمکش کتاب اور استاد کے مابین تعلق تھی۔ ایک طرف علمی روایت میں یہ اصول رائج تھا کہ علم محض صحیفوں سے نہیں بلکہ اہلِ علم سے لیا جائے، جس کی تائید سماع و اجازے کے نظام سے ہوتی ہے؛[52] دوسری طرف کتاب کی کثرت اور کتب خانوں کی وسعت نے خود مطالعے کو علم کا ذریعہ بنا دیا، جس کی نمایاں مثالیں ادباء اور مؤرخین کی کتابی ثقافت میں ملتی ہیں۔[53] اس کشمکش کا حل بالعموم یہ نکلا کہ کتاب کو مقبول اتھارٹی اسی وقت ملتی جب وہ کسی شیخ سے سماع یا اجازے کے ذریعے منسلک ہوتی، اور اسی لیے نسخوں پر سماع کی تحریریں ثبت کی جاتی تھیں۔[54]

تاریخی ارتقاء اور کتب خانوں کی نزاکت

دور / سن	اہم پیش رفت
آٹھویں صدی عیسوی کے اواخر	بغداد میں کاغذ کی صنعت کا آغاز اور کتابت کی لاگت میں کمی
نویں صدی عیسوی	عباسی دور میں بیتِ حکمت اور ترجمے کی تحریک؛ ورّاقین کے بازاروں کا فروغ
چوتھی صدی ہجری	ابن الندیم کی الفہرست؛ دار العلم اور کتب خانوں کی کثرت
395ھ / 1005ء	قاہرہ میں فاطمیوں کے دار العلم کا قیام
459ھ / 1067ء	بغداد میں نظامیہ مدرسے کا قیام
631ھ / 1234ء	بغداد میں مستنصریہ مدرسے کا قیام
656ھ / 1258ء	منگولوں کے ہاتھوں بغداد کا سقوط اور کتب خانوں کا نقصان
ساتویں تا نویں صدی ہجری	دمشق و قاہرہ میں مدارس اور دار الحدیث کے کتب خانوں کا فروغ

جدول 3: اسلامی شہروں میں کتاب اور کتب خانوں کے تاریخی ارتقاء کا خاکہ (مصنف کی اپنی تدوین)

اس خاکے سے ظاہر ہوتا ہے کہ کتب خانوں کا ارتقاء ایک سیدھی لکیر کی صورت میں نہیں بلکہ سیاسی استحکام اور سرپرستی کے اتار چڑھاؤ سے جڑا ہوا تھا۔ ان کی نزاکت کی شدید مثالیں وہ ادوار ہیں جب شہر سیاسی بحران کا شکار ہوئے، مثلاً بغداد کا سقوط جس کے دوران کتب خانوں کی بڑی تباہی کی روایات ملتی ہیں اگرچہ نقصان کی مقدار پر مؤرخین کے ہاں بحث ہے۔[55] اس واقعے کو صرف المیے کی نظر سے دیکھنا کافی نہیں؛ اس سے یہ علمی سبق بھی ملتا ہے کہ علمی اثاثے کا دار و مدار شہری استحکام پر ہے، اور وقف کی قانونی حفاظت کے باوجود جب ریاستی ڈھانچہ ٹوٹتا ہے تو مخطوطات کے ذخیرے سب سے پہلے متاثر ہوتے ہیں۔

تنقیدی تجزیہ: اثاثے کے تین ماخذ

مذکورہ مباحث کی روشنی میں قرونِ وسطیٰ کے اسلامی شہروں میں علمی اثاثے تین ماخذ سے پیدا ہوتی نظر آتی ہے۔ پہلا شخصی ماخذ ہے، یعنی شیخ، سماع اور اجازہ؛ دوسرا ادارہ جاتی ماخذ ہے، یعنی مدرسہ، وقف نامہ اور کتب خانہ دار؛ اور تیسرا مادی ماخذ ہے، یعنی نسخہ، اس کا خاتمہ، سماع کے نوٹس اور تملک کی عبارات۔ میکس ویبر کی اصطلاح میں یہ تینوں بالترتیب شخصی (کرشماتی)، قانونی و عقلی اور روایتی عناصر کی ملی جلی صورتیں ہیں۔[56] ان کا تقابل جدول 4 میں پیش کیا گیا ہے۔

ماخذ	ذریعہ	قوت	کمزوری
شخصی	شیخ، سماع اور اجازہ	اعتماد اور براہِ راست تصدیق	شیخ کی وفات اور شخصیت پر انحصار
ادارہ جاتی	مدرسہ، وقف نامہ، خازن	تسلسل اور مالی تحفظ	جمود اور رسائی کی تحدید
مادی	نسخہ، خاتمہ، سماع اور تملک کی عبارات	قابلِ جانچ تاریخ اور حفاظت	ضیاع، آتش زدگی اور جعل سازی

جدول 4: علمی اتھارٹی کے تین ماخذ کا تقابلی جائزہ (مصنف کی اپنی تدوین)

اس تحلیل پر ایک اعتراض یہ ہو سکتا ہے کہ ماخذوں کی یہ تین گانہ تقسیم تجریدی ہے اور تاریخی واقعات میں یہ باہم گتھی ہوئی ملتی ہے۔ یہ اعتراض درست ہے، مگر تقسیم کا مقصد انہیں الگ کرنا نہیں بلکہ ان کے باہمی توازن کے بگاڑ کو سمجھنا ہے: جب ادارہ جاتی اتھارٹی غالب ہو جائے تو علم جامد ہو جاتا ہے، اور جب شخصی اتھارٹی تنہا رہ جائے تو علم شیخ کی وفات کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔ مسلم شہروں کی علمی زندگی کی کامیابی اسی توازن میں مضمر تھی۔[57] اس نتیجے کی معاصر معنویت یہ ہے کہ مخطوطات کے تحفظ اور ڈیجیٹائزیشن کے منصوبوں میں بھی نسخے کی مادی شہادتوں، ادارہ جاتی تحفظ اور علمی برادری کی شرکت کو ایک ساتھ ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

نتائجِ تحقیق

تحقیق سے حسبِ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں۔ اول، کتاب، کتب خانہ اور وقف قرونِ وسطیٰ کے اسلامی شہروں میں ایک ہی سماجی نظام کے مربوط حصے تھے، جس میں علمی اتھارٹی شخصی، ادارہ جاتی اور مادی سطحوں پر پیدا ہوتی تھی۔ دوم، کاغذ کی صنعت اور ورّاقین کے بازاروں نے کتاب کی تیاری کو ممکن اور سستا بنایا، مگر کتاب کی اعتباریت سماع، مقابلے اور اجازے کی شہادتوں سے قائم ہوتی تھی۔ سوم، وقف نے کتب خانوں کو پائیدار مالی اور قانونی بنیاد دی لیکن رسائی کی شرائط کے ذریعے اس کی جغرافیائی تقسیم کو بھی متعین کیا، اور اس کا اثر تحفظ و جمود کا دو دھاری تھا۔ چہارم، کتب خانوں کی نزاکت یہ ظاہر کرتی ہے کہ علمی اتھارٹی شہری اور سیاسی استحکام کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی۔

خلاصہ بحث

زیرِ نظر مقالے میں قرونِ وسطیٰ کے اسلامی شہروں میں کتب، کتب خانوں اور علمی اتھارٹی کے باہمی تعلق کا تاریخی مطالعہ پیش کیا گیا۔ ثابت ہوا کہ کتب خانے محض غیر جانبدار ذخیرے نہیں بلکہ ایسے سماجی ادارے تھے جن کے ذریعے علم کی منتقلی، رسائی اور اتھارٹی کی شرائط طے ہوتی تھیں، اور وقف اس نظام کی قانونی ریڑھ کی ہڈی تھا۔ آج مخطوطات کے تحفظ، فہرست سازی اور ڈیجیٹائزیشن کے منصوبوں کے لیے اس تاریخی تجربے سے یہ سبق ملتا ہے کہ نسخے کی مادی شہادتوں، ادارہ جاتی ضمانت اور علمی برادری کی شمولیت کو ایک ساتھ ملحوظ رکھا

جائے۔ مستقبل کی تحقیق میں وقف ناموں کے مقامی ذخائر اور کتب خانوں کی فہرستوں کے تقابلی مطالعے کو اس نظری ڈھانچے سے مربوط کرنا مفید ہو گا۔

حوالہ جات:

[1] See Johannes Pedersen, The Arabic Book, trans. Geoffrey French, ed. Robert Hillenbrand (Princeton, NJ: Princeton University Press, 1984), the chapters on the book in the ʿAbbāsid period and on libraries.

[2] See Konrad Hirschler, The Written Word in the Medieval Arabic Lands: A Social and Cultural History of Reading Practices (Edinburgh: Edinburgh University Press, 2012), the introduction and the chapters on reading practices.

[3] See George Makdisi, The Rise of Colleges: Institutions of Learning in Islam and the West (Edinburgh: Edinburgh University Press, 1981), the chapters on the colleges and their libraries.

[4] See Jonathan Berkey, The Transmission of Knowledge in Medieval Cairo: A Social History of Islamic Education (Princeton, NJ: Princeton University Press, 1992), the chapters on the transmission of knowledge and the role of the ‘ulamā’.

[5] See Michael Chamberlain, Knowledge and Social Practice in Medieval Damascus, 1190–1350 (Cambridge: Cambridge University Press, 1994), the chapters on knowledge and social practice in Damascus.

[6] القرآن الکریم، سورۃ العلق 96:4۔

[7] ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، تحقیق: احمد البردونی وابراہیم اطفیش (قاہرہ: دار الکتب المصریۃ، 1964ء)، ذیل آیت 96:4۔

[8] القرآن الکریم، سورۃ القلم 68:1۔

[9] ابو جعفر محمد بن جریر طبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، تحقیق: عبد اللہ بن عبد المحسن الترکی (قاہرہ: دار ہجر، 2001ء)، ذیل آیت 68:1۔

[10] القرآن الکریم، سورۃ المجادلۃ 58:11۔

[11] اسماعیل بن عمر ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، تحقیق: سامی بن محمد سلامہ (ریاض: دار طیبۃ، 1999ء)، ذیل آیت 58:11۔

[12] مسلم بن حجاج نیشاپوری، صحیح مسلم، تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقی (بیروت: دار احیاء التراث العربی، س ن)، کتاب الذکر والدعاء، حدیث 2699۔

[13] مسلم، صحیح مسلم، کتاب الوصیۃ، حدیث 1631۔

[14] See Jonathan M. Bloom, Paper Before Print: The History and Impact of Paper in the Islamic World (New Haven, CT: Yale University Press, 2001), the chapters on the introduction of paper and its social impact.

[15] See Shawkat M. Toorawa, Ibn Abī Ṭāhir Ṭayfūr and Arabic Writerly Culture: A Ninth-Century Bookman in Baghdad (London: RoutledgeCurzon, 2005), the chapters on the book trade and the writerly culture of Baghdad.

[16] Ibn Khaldūn, The Muqaddimah: An Introduction to History, trans. Franz Rosenthal, 2nd ed., 3 vols. (Princeton, NJ: Princeton University Press, 1967), vol. 2, chap. 5, the section on the craft of book production.

[17] ابو عثمان عمرو بن بحر جاحظ، کتاب الحیوان، تحقیق: عبد السلام محمد ہارون (قاہرہ: مصطفی البابی الحلبی، 1965–69ء)، جلد اول، کتاب کی فضیلت کا باب۔

[18] ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن ابن الصلاح، مقدمۃ ابن الصلاح (علوم الحدیث)، تحقیق: نور الدین عتر (دمشق: دار الفکر، 1986ء)، تحمل الحدیث اور نسخوں کے مقابلے کے ابواب۔

[19] See Dimitri Gutas, Greek Thought, Arabic Culture: The Graeco-Arabic Translation Movement in Baghdad and Early ʿAbbāsid Society (2nd–4th/8th–10th Centuries) (London: Routledge, 1998), the chapters on the social and political causes of the translation movement.

[20] See Bayard Dodge, trans., The Fihrist of al-Nadīm: A Tenth-Century Survey of Muslim Culture, 2 vols. (New York: Columbia University Press, 1970), the chapters on the translators and the sciences of the ancients.

[21] See Adam Gacek, Arabic Manuscripts: A Vademecum for Readers (Leiden: Brill, 2009), the chapters on colophons, ownership statements and reading notes.

[22] See Hirschler, Written Word, the chapters on audition certificates and reading communities.

[23] See Dodge, Fihrist of al-Nadīm, the introduction and the first discourses on writing and scripts.

[24] یاقوت حموی، معجم البلدان (بیروت: دار صادر، 1977ء)، مادہ مرو۔

[25] احمد بن علی خطیب بغدادی، تقیید العلم، تحقیق: یوسف العش (دمشق: دار احیاء السنۃ النبویۃ، 1949ء)، کتابتِ علم کی اجازت اور ممانعت کے ابواب۔

[26] بدر الدین ابن جماعہ، تذکرۃ السامع والمتکلم فی ادب العالم والمتعلم (حیدرآباد دکن: دائرۃ المعارف العثمانیۃ، 1353ھ)، کتاب کے آداب سے متعلق ابواب۔

[27] See Gacek, Arabic Manuscripts, the chapters on autographs, copies and collation statements.

[28] Hirschler, Written Word.

[29] See Gutas, Greek Thought, Arabic Culture, the chapters on the translation movement and the caliphal library.

[30] See Heinz Halm, The Fatimids and Their Traditions of Learning (London: I. B. Tauris, 1997), the chapters on the Dār al-ʿIlm and the library of the palace.

[31] See Paula A. Sanders, Ritual, Politics, and the City in Fatimid Cairo (Albany: State University of New York Press, 1994), the chapters on the Fatimid institutions of learning and the royal library.

[32] See Makdisi, Rise of Colleges, the chapters on the madrasa and its library.

[33] See Konrad Hirschler, Medieval Damascus: Plurality and Diversity in an Arabic Library; The Ashrafiya Library Catalogue (Edinburgh: Edinburgh University Press, 2016), the chapters on the catalogue and the composition of the collection.

[34] Pedersen, The Arabic Book.

[35] Gutas, Greek Thought, Arabic Culture.

[36] See Richard W. Bulliet, The Patricians of Nishapur: A Study in Medieval Islamic Social History (Cambridge, MA: Harvard University Press, 1972), the chapters on the patricians, the ʿulamāʾ and the urban institutions.

[37] یاقوت حموی، معجم البلدان۔

[38] See Pedersen, The Arabic Book, the chapters on the book trade and the libraries of Baghdad.

[39] محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح البخاری، تحقیق: محمد زہیر بن ناصر الناصر (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، کتاب الشروط، حدیث 2737۔

[40] مسلم، صحیح مسلم، کتاب الوصیۃ، حدیث 1632۔

[41] ابو بکر احمد بن عمرو خصاف، احکام الاوقاف (قاہرہ: مطبعۃ لجنۃ عموم الاوقاف المصریۃ، 1904ء)، وقف کی شرائط اور متولی کے احکام کے ابواب۔

[42] Miriam Hoexter, "Waqf Studies in the Twentieth Century: The State of the Art," Journal of the Economic and Social History of the Orient 41, no. 4 (1998), 474–95.

[43] خصاف، احکام الاوقاف۔

[44] Hoexter, "Waqf Studies".

[45] See Hirschler, Medieval Damascus, the chapters on the endowment of the library and the rules of lending.

[46] Timur Kuran, "The Provision of Public Goods under Islamic Law: Origins, Impact, and Limitations of the Waqf System," Law & Society Review 35, no. 4 (2001), 841–98.

[47] See Makdisi, Rise of Colleges, the discussion of the ijāza al-tadrīs wa-l-iftāʾ.

[48] See Berkey, Transmission of Knowledge, the chapters on the transmission of knowledge and the informal nature of teaching.

[49] See Chamberlain, Knowledge and Social Practice, the chapters on the ʿulamāʾ households and patronage.

[50] Joan E. Gilbert, "Institutionalization of Muslim Scholarship and the Professionalization of the ʿUlamāʾ in Medieval Damascus," Studia Islamica 52 (1980), 105–34.

[51] See Bulliet, Patricians of Nishapur, the chapters on the patricians and the religious scholars.

[52] ابن جماعہ، تذکرۃ السامع۔

[53] See Gregor Schoeler, The Genesis of Literature in Islam: From the Aural to the Read, trans. Shawkat M. Toorawa (Edinburgh: Edinburgh University Press, 2009), the chapters on the tension between oral and written transmission.

[54] See Garrett A. Davidson, Carrying on the Tradition: A Social and Intellectual History of Hadith Transmission across a Thousand Years (Leiden: Brill, 2020), the chapters on the ijāza and the written transmission of books.

[55] See Pedersen, The Arabic Book, the chapters on the decline of libraries and the destruction of collections.

[56] See Max Weber, Economy and Society: An Outline of Interpretive Sociology, ed. Guenther Roth and Claus Wittich (Berkeley: University of California Press, 1978), the chapters on the types of legitimate domination.

[57] See Chamberlain, Knowledge and Social Practice, the chapters on the balance between informal teaching and institutions.